بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت گرامی محترمی ومکرمی ــــــــــــــ صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہونگے

جیسا کہ آپ حضرات کے علم میں ہے کہ قربانی کے نصاب سے متعلق کافی عرصے سے علمی حلقوں میں یہ تشویش چلی آرہی ہے کہ اس کا نصاب چاندی کے ساتھ مربوط کرنے میں فی زمانہ کافی حرج لازم آتا ہے، جسکی وجہ سے معاشرے کے بہت سے غریب افراد پر بھی قربانی لازم ہو جاتی ہے کیونکہ چاندی کی قیمت مسلسل گھٹتے گھٹتے اتنی کم ہو چکی ہے کہ معاشرے کے بہت سے غریب ترین افراد بھی اسکے مالک ہوتے ہیں، دوسری طرف جانوروں کی قیمتیں بھی بہت بڑھ چکی ہیں، لہٰذا اگر نصاب چاندی کے مالک پر قربانی واجب کی جائے تو مناسب جانور خریدنے کیلئے اسکو ایک تہائی سے زیادہ نصاب خرچ کرنا پڑتا ہے۔ جس میں حرج کا پایا جانا ظاہر ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں ہمارے دارالافتاء میں بھی کچھ عرصے سے تحقیق کی جارہی تھی۔ دارالافتاء کے ایک رفیق مولوی محمد طلحہ ہاشم نے اس سلسلے میں ایک تحریر تیار کی ہے، جس کو حضرت اقدس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی نے ملاحظہ فرما کر اس پر تصدیقی تحریر لکھدی ہے، نیز دارالافتاء کے دیگر حضرات کے تصدیقی دستخط بھی موجود ہیں۔ البتہ حضرت مدظلہم نے اس تحریر کے مطابق فتویٰ جاری کرنے سے پہلے دیگر اہل افتاء سے موافقت حاصل کرنے کی تاکید فرمائی ہے، لہٰذا اس تحریر کی نقل آپ کی طرف ارسال ہے، آپ سے درخواست ہے کہ اپنی قیمتی اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر اسکو ملاحظہ فرمائیں اور غور فرما کر اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔ والسلام

عبدالرؤف سکھروی

ناظم دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۳ ذیقعدہ ۱۴۳۷ھ

۲۷ راگست ۲۰۱۶ء

0186

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

آجکل چاندی کے اعتبار سے نصابِ قربانی بہت کم بنتا ہے اور دوسری طرف قربانی کے جانوروں کی قیمت روز بروز بڑھتی جارہی ہے، جسکی وجہ سے غریب بلکہ درمیانے درجے کے افراد کیلئے بھی قربانی مشکل ہوتی جارہی ہے۔ ایسی صورتحال میں کیا اب بھی قربانی کا نصاب چاندی کے اعتبار سے (تیس پینتیس ہزار) ہی ہوگا یا سونے کی قیمت لگا کر اسکے حساب سے قربانی کا نصاب مقرر کرنے کی اجازت ہے۔ آپ علماءِ کرام سے درخواست ہے کہ براہِ کرم معاشرے کے غریب افراد کے حالات کو مدِ نظر رکھ کر قرآن وحدیث کی روشنی میں شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا

محمد عبد اللہ

النور سوسائٹی فیڈرل بی ایریا کراچی

رابطہ: ۰۳۳۳-۳۳۴۲۵۵۳

دار الافتاء
فتوی نمبر ۱۸۲/۵۱
مورخہ

١

بسم الله الرحمٰن الرحیم

دار الافتاء

الجواب حامدا ومصليا

واضح رہے کہ احادیث میں قربانی کو مالی وسعت کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے:

المستدرك على الصحيحين للحاكم - (٤ / ٢٥٨)

عن أبي هريرة، رضي الله عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: «من كان له مال فلم يضح فلا يقربن مصلانا» وقال مرة: «من وجد سعة فلم يذبح فلا يقربن مصلانا» هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه "

لہٰذا قربانی اس شخص پر واجب ہوگی جو صاحبِ وسعت اور غنی ہو۔ فقہ حنفی کی رو سے غنی وہ ہے جو صاحبِ نصاب ہو اور چاندی وسونے کا نصاب تو حدیث میں منصوص ہے، لیکن دیگر اشیاء یعنی سامانِ تجارت وغیرہ (جس میں ہماری کرنسی بھی داخل ہے) کا نصاب کیا ہے؟ اس سلسلے میں احادیث میں کوئی صراحت نہیں ملتی۔ علماء نے کتاب الزکوۃ میں اسکا نصاب یہ طے کیا ہے کہ ان اشیاء کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب میں سے کسی کو پہنچے تو ان پر زکوۃ لازم ہوگی۔ حنفیہ کی ظاہر الروایۃ کے مطابق مالک کو اختیار ہے کہ وہ اپنے مالِ تجارت کی قیمت سونے یا چاندی میں سے جسکے حساب سے لگانا چاہے لگا سکتا ہے (یعنی اس پر کم قیمت نصاب کی پابندی لازم نہیں ہے) مبسوط سرخسی، تبیین الحقائق، النہر الفائق، فتاویٰ تاتارخانیہ اور تقریراتِ رافعی وغیرہ میں اسکی تصریح ہے کہ مالک کا مختار ہونا ہی ظاہر الروایہ ہے۔

جبکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت یہ ہے کہ مالک کیلئے انفع للفقراء کی پابندی لازم ہوگی، لہٰذا ان اشیاء (مال تجارت اور کرنسی وغیرہ) کی قیمت سونے وچاندی میں سے جسکے نصاب کو پہلے پہنچ جائے اسی کے مطابق زکوۃ لازم ہو جائے گی اور دوسرے نصاب کا انتظار کرنا جائز نہیں ہوگا، اسکی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ زکوۃ فقراء کے فائدہ کیلئے واجب ہوتی ہے اور فقراء کا فائدہ اسی میں ہے کہ چاندی کے کم قیمت نصاب پر زکوۃ لازم ہو جائے، کیونکہ اسکی وجہ سے زیادہ لوگوں پر زکوۃ لازم ہوگی اور جتنے زیادہ لوگوں پر زکوۃ لازم ہوگی اتنے ہی زیادہ فقراء کی امداد ہو سکے گی۔

لیکن یہ روایت حنفیہ کی ظاہر الروایۃ نہیں ہے بلکہ مبسوط ونہر وغیرہ میں اسکو "امالی" اور "نوادر" کی محض ایک روایت قرار دیا گیا ہے۔ البتہ بعض حضرات مثلاً علامہ زیلعیؒ وغیرہ نے اسکو امام صاحب کے مذہب سے بھی تعبیر کیا ہے، نیز زکوۃ کے باب میں اس مسئلہ پر عمل کرنے میں احتیاط بھی ہے، اس لئے زکوۃ کے معاملے میں آجکل اسی روایت کے مطابق چاندی کے نصاب کا اعتبار کیا جاتا ہے، اور یہ فتویٰ دیا جاتا ہے کہ جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت (سالِ رواں کے حساب سے تقریباً ٣٩ ہزار) کے بقدر اموالِ زکوۃ ہوں تو اسپر زکوۃ لازم ہوگی۔ اس میں اتنا زیادہ حرج بھی نہیں، کیونکہ زکوۃ کی مقدار چالیسواں حصہ ہے لہٰذا ٣٩ ہزار کی زکوۃ ٩٧٥ روپے بنے گی۔

لیکن اگر نوادر کی اس روایت پر عمل کرتے ہوئے قربانی کا مدار بھی چاندی کے نصاب پر رکھدیا جائے تو اس میں فی زمانہ بڑا حرج لازم آتا ہے کیونکہ چاندی کی قیمت انتہائی گھٹ گئی ہے لیکن جانوروں کی قیمت پہلے کی طرح بدستور وہی

ہے، جسکی وجہ سے چاندی کے نصاب اور قربانی کے جانور میں وہ تناسب قائم نہیں رہا جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھا، چنانچہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ایک بکرے کی قیمت آدھے دینار سے ایک دینار (پانچ درہم سے دس درہم) ہوتی تھی یعنی چاندی کے نصاب (دو سو درہم) کے بدلہ کم از کم بیس بکرے آسکتے تھے لیکن آجکل (یعنی اگست ۲۰۱۹ میں) درمیانے درجے کا بکرے کی قیمت تقریباً ۱۵ سے ۲۰ ہزار پاکستانی روپے ہے، اس حساب سے (۳۹۰۰۰ پاکستانی روپے) کے بدلے محض دو، تین مناسب بکرے ہی آسکتے ہیں۔ دنیا کے دیگر ممالک میں تقریباً یہی تناسب ہے چنانچہ ہماری معلومات کے مطابق:

بنگلہ دیش میں نصاب ۳۱ ہزار ٹکے ہیں اور مناسب بکرے کی قیمت ۱۲ ہزار ٹکے ہے۔

بھارت میں نصاب تقریباً ۲۷۵۹۰ روپے ہے اور مناسب بکرا تقریباً دس ہزار تک کا ہے۔

سعودی عرب میں نصاب ۱۲ سو ریال ہے اور مناسب بکرا ۵ سو ریال (۱۳۵۰۰ روپے پاکستانی) کا ہے۔

برطانیہ میں مناسب بکرے کی قیمت 125 پاؤنڈ (۱۸ سے ۲۰ ہزار پاکستانی روپے) ہے۔

امریکہ میں نصاب تقریباً 315 ڈالر ہے جبکہ وہاں بھی بکرا 250 ڈالر سے 400 ڈالر (۲۵ سے ۴۰ ہزار پاکستانی روپے) تک ہے یعنی آدھے نصاب سے بھی بہت زیادہ۔

مقصد یہ کہ پوری دنیا میں چاندی کی قیمت بہت زیادہ گھٹ گئی ہے، اور قربانی کا جانور اس نصاب کے نصف یا ایک تہائی قیمت میں ملتا ہے، نیز قربانی کے نصاب میں زکوٰۃ کے نصاب کے برخلاف ضرورت سے زائد سامان کو بھی شمار کیا جاتا ہے، جسکی وجہ سے معاشرے کے بہت سے نادار لوگوں پر قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ مثلاً:

(۱)۔۔ اگر کوئی غریب شخص چھوٹی سی دکان بلکہ سڑک کے کنارے ٹھیلا بھی لگائے تو اسکے سامانِ تجارت کی قیمت چاندی کے نصاب کو پہنچ جاتی ہے، اگر سامانِ تجارت کی قیمت خود اس نصاب کو نہ پہنچے تو اسکے گھر پر موجود اکا دکا ضرورت سے زائد اشیاء اس نصاب کو پورا کر دیتی ہیں اور اس پر قربانی لازم ہو جاتی ہے۔ اگر ایسا شخص اپنا آدھا یا کم از کم ایک تہائی سرمایہ قربانی کرنے کی خاطر فروخت کر دے تو دوبارہ کاروبار کرنے (ٹھیلا لگانے) کیلئے اسکو قرض لینے کی بھی نوبت آسکتی ہے، جس میں حرج کا ہونا ظاہر ہے، حالانکہ حج جیسے قطعی فرض میں بھی اس بات کی رعایت کی جاتی ہے کہ ایک کاروباری شخص جسکے ملکیت میں سامانِ تجارت کے علاوہ کوئی رقم نہ ہو اس پر حج اس وقت فرض ہوتا ہے جبکہ اسکے پاس آنے جانے اور گھر پر بیوی بچوں کے نان ونفقہ کے علاوہ کم از کم اتنی رقم ہو کہ واپس آکر وہ اس رقم سے دوبارہ کاروبار کرسکے، جبکہ قربانی کا وجوب ہی مختلف فیہ ہے، لہٰذا اس میں اس بات کی رعایت کئے بغیر قربانی کا واجب ہونا محلِ نظر ہے۔

(۲)۔۔ آجکل ایک تولہ سونے کی قیمت بھی چاندی کے مکمل نصاب سے اچھی خاصی زائد ہے (چاندی کے نصاب اڑتالیس ہزار اور ایک تولہ سونا تقریباً نوے ہزار کا ہے) لہٰذا اگر کوئی غریب عورت ایک آدھ تولہ سونے کا زیور بنالے، ساتھ ہی اسکے پاس قربانی کے دنوں میں کہیں سے سو دو سو روپے بھی آجائیں تو اس پر قربانی لازم ہو جاتی ہے، اگر قربانی کرنے کیلئے اس کے پاس رقم نہ ہو تو شرعاً اس پر اپنے زیور بیچ کر قربانی کرنا لازم ہوگا۔ وهذه الصورة ليست بنادرة بل هي مما كثر السؤال عنها في أيام الأضحية.

(۳)۔ کوئی شخص اپنی کسی پیش آنے والی ضرورت، مثلاً بچے کی ولادت وغیرہ کی خاطر اپنی سال بھر کی کمائی سے بچا بچا کر بڑی مشکل سے تیس چالیس ہزار روپے جمع کرے، اور درمیان میں قربانی کے دن آجائیں تو چاندی کے نصاب کے اعتبار سے اس پر قربانی لازم ہو جائے گی، اور اسکی اپنی ضرورت پوری نہ ہو سکے گی یا اسکو اپنی ضرورت پوری کرنے کیلئے کسی سے قرض لینا پڑے گا۔ وفیہ من الحرج ما لا یخفی۔

(۴)۔ کسی عیالدار شخص کی ماہانہ آمدنی پچیس تیس ہزار ہو جس میں سے چار پانچ ہزار روپے اسکے یوٹیلیٹی بلوں کی ادائیگی میں ہی خرچ ہو جاتے ہوں اور بقیہ رقم بڑی مشکل سے اسکے پانچ سات افراد پر مشتمل گھرانے کیلئے کافی ہوتی ہو، ایسے شخص کو اگر بقر عید سے دو تین دن پہلے تنخواہ ملے تو چاندی کے نصاب کے اعتبار سے اس پر قربانی لازم ہونے کا قوی امکان ہے، اگر وہ قربانی کر لیتا ہے تو بقیہ مہینے کی ضروریات کیلئے اسکو قرض وغیرہ لیکر گزارہ کرنا ہوگا۔ یہ اور اس طرح کی بہت سی مثالیں ہمارے معاشرے میں مل سکتی ہیں جس میں چاندی کے نصاب کے اعتبار سے قربانی لازم کرنے میں حرج لازم آتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ چاندی کی قیمت گھٹ جانے کی وجہ سے آجکل معاشرے کے بہت سے غریب افراد پر بھی قربانی لازم ہو جاتی ہے جس میں شدید حرج ہے جبکہ سونے کا نصاب فی تولہ ۵۳ ہزار کے حساب سے ۳۹۷۵۰۰ بنتا ہے جس کے بدلے بیس بائیس مناسب بکرے آجاتے ہیں، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی نصاب کے بدلے اتنے ہی بکرے آتے تھے، نیز یہ نصاب اتنا زیادہ بھی نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے قربانی صرف زیادہ امیر لوگوں پر لازم ہو کر رہ جائے، لہٰذا قربانی کے معاملے میں چاندی کے بجائے سونے کے نصاب ہی کو مدار بنانا چاہیے، جسکی فقہی تکییف یہ ہو سکتی ہے کہ:

حنفیہ کے ظاہر الروایۃ میں کرنسی اور مالِ تجارت کی قیمت لگانے میں مالک کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ سونے یا چاندی میں سے جسکے اعتبار سے اپنی مال (کرنسی) کی قیمت لگانا چاہے لگا سکتا ہے، چنانچہ مبسوط میں ہے:

المبسوط للسرخسي ، دار المعرفة – (۲ / ۱۹۱)

قال في الكتاب ويقومها يوم حال الحول عليها إن شاء بالدراهم وإن شاء بالدنانير

وعن أبي حنيفة – رحمه الله تعالى – في الأمالي أنه يقومها بأنفع النقدين للفقراء

... وجه رواية الكتاب أن وجوب الزكاة في عروض التجارة باعتبار ماليتها دون أعيانها، والتقويم لمعرفة مقدار المالية والنقدان في ذلك على السواء فكان الخيار إلى صاحب المال يقومها بأيهما شاء.

ہدایہ میں ہے:

الهداية في شرح بداية المبتدي – (۱ / ۱۰۳)

ثم قال: " يقومها بما هو أنفع للمساكين " احتياطا لحق الفقراء قال رضي الله عنه

وهذا رواية عن أبي حنيفة رحمه الله وفي الأصل خيره لأن الثمنين في تقدير قيم الأشياء بهما سواء وتفسير الأنفع أن يقومها بما تبلغ نصابا.

بدائع میں ہے:

بدائع الصنائع ، دارالكتب العلمية – (٢ / ٢١)

وإذا كان تقدير النصاب من أموال التجارة بقيمتها من الذهب والفضة وهو أن تبلغ قيمتها مقدار نصاب من الذهب والفضة فلا بد من التقويم حتى يعرف مقدار النصاب ثم بماذا تقوم؟ ذكر القدوري في شرحه مختصر الكرخي أنه يقوم بأوفى القيمتين من الدراهم والدنانير حتى إنها إذا بلغت بالتقويم بالدراهم نصابا ولم تبلغ بالدنانير قومت بما تبلغ به النصاب وكذا روي عن أبي حنيفة في الأمالي أنه يقومها بأنفع النقدين للفقراء...... وعند محمد يقومها بالنقد الغالب على كل حال وذكر في كتاب الزكاة أنه يقومها يوم حال الحول إن شاء بالدراهم وإن شاء بالدنانير

البحر الرائق میں ہے:

البحر الرائق ، دارالكتاب الاسلامي – (٢ / ٢٤٦)

وأشار بقوله ورق أو ذهب إلى أنه مخير إن شاء قومها بالفضة، وإن شاء بالذهب؛ لأن الثمنين في تقدير قيم الأشياء بهما سواء، وفي النهاية لو كان تقويمه بأحد النقدين يتم النصاب وبالآخر لا فإنه يقومه بما يتم به النصاب بالاتفاق اهـ

وفي الخلاصة أيضا ما يفيد الاتفاق على هذا وكل منهما ممنوع فقد قال في الظهيرية رجل له عبد للتجارة إن قوم بالدراهم لا تجب فيه الزكاة، وإن قوم بالدنانير تجب فعند أبي حنيفة يقوم بما تجب فيه الزكاة دفعا لحاجة الفقير وسدا لخلته، وقال أبو يوسف: يقوم بما اشترى فإن اشتراه بغير النقدين يقوم بالنقد الغالب اهـ

تبیین الحقائق میں ہے:

تبيين الحقائق مع حاشية الشلبي المطبعة الكبرى الأميرية ، – (١ / ٢٧٩)

قال - رحمه الله - (وفي عروض تجارة بلغت نصاب ورق أو ذهب) يعني في عروض التجارة تجب ربع العشر إذا بلغت قيمتها من الذهب أو الفضة نصابا ويعتبر فيهما الأنفع أيهما كان أنفع للمساكين ... واعتبار الأنفع مذهب أبي حنيفة ومعناه يقوم بما يبلغ نصابا إن كان يبلغ بأحدهما ولا يبلغ بالآخر احتياطا لحق الفقراء وفي الأصل خيره لأن الثمنين في تقدير قيم الأشياء بهما سواء

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

الفتاوى التاتارخانية ، الفصل الثالث في بيان زكاة عروض التجارة ، فاروقية (١٦٤/٣)

إذا وجب اعتبار القيمة فبما يعتبر أيهما ؟ ذكر محمد رحمه الله أن المالك فيه بالخيار ، إن شاء قوّم بالدراهم وإن شاء قوّم بالدنانير ولم يحك فيه خلافا . وعن أبي حنيفة رحمه الله أنه يقوم بما فيه إيجاب الزكاة حتى إذا بلغ بالتقويم بأحدهما نصابا ولم يبلغ بالآخر قوّم بما يبلغ نصابا ، وهو إحدى الروايتين عن محمد رحمه الله .

النہر الفائق میں ہے:

النهر الفائق (١ / ٤٤١) :

والمذكور في الأصل أن المالك مخير في تقويمها بأيهما شاء وعن الإمام في رواية النوادر يقومها بالأنفع للفقراء وجعله الشارح مذهب الإمام .

دار الافتاء

تقریراتِ رافعی میں ہے:

التحرير المختار (تقريرات) للرافعي رحمه الله (٢ / ١٣٣)

وانظر السندي ... ذكر عن الرحمتي حسن موقع قول الدرر "قوّم بالأنفع للفقراء" والذي في كافي النسفي : ذكر في الأصل المالك بالخيار إن شاء قومها بالدراهم وإن شاء قومها بالدنانير بلا ذكر خلاف لأنه مال احتيج فيه إلى التقويم فيقوم بالذهب أو الفضة كضمان المتلفات ، وعن أبي حنيفة أنه يقومها بأنفع النقدين للفقراء احتياطا حتى إذا بلغت بالتقويم بأحدهما نصابا ولم تبلغ بالآخر قوّم بما بلغ نصابا وإن بلغ بكل منهما نصابا يقوم بما هو أروج وإن تساويا في الرواج يتخير المالك انتهى وكأن المصنف اختار متابعة الأصل لأن ما فيه هو المذهب ولعل الشارح أشار إلى التوفيق إذ هو المتعين حيث أمكن فما سلكه المصنف ليس أحسن مما في الدرر إذ ما فيها رواية عن الإمام وعلى ما فعله الشارح لاخلاف في الرواية تأمل .

اس "اختیار" کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ان چند آثار سے بھی ہوتی ہے جو سننِ بیہقی، مصنفِ عبدالرزاق اور مصنفِ ابن ابی شیبہ وغیرہ میں مروی ہیں، جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک تاجر کو زکوٰۃ ادا کرنے کی تاکید کرتے ہوئے مطلق "تقویم" کا حکم دیا ہے۔ ان آثار میں چاندی، سونے یا أنفع للفقراء کے ساتھ "تقویم" کے لازم ہونے کوئی صراحت نہیں ہے۔

السنن الكبرى للبيهقي - (٤ / ٢٤٨)

عن أبي عمرو بن حماس، أن أباه قال: مررت بعمر بن الخطاب رضي الله عنه وعلى عنقي آدمة أحملها فقال عمر: " ألا تؤدي زكاتك يا حماس؟ " فقلت: يا أمير المؤمنين ما لي غير هذه التي على ظهري وآهبة في القرظ، فقال: " ذاك مال

"فضع"، قال: فوضعتها بين يديه فحسبها فوجدت قد وجبت فيها الزكاة، فأخذ منها الزكاة لفظ حديث سفيان، وحديث جعفر بن عون مختصر، قال: كان حماس يبيع الأدم والجعاب، فقال له عمر رضي الله عنه: أد زكاة مالك، فقال: إنما مالي جعاب وأدم، فقال قومه وأد زكاته.

السنن الصغير للبيهقي - (٢ / ٥٧)

عن أبي عمرو بن حماس، قال: كان حماس يبيع الأدم والجعاب فقال له عمر: أد زكاة مالك، قال: إنما مالي في جعاب وأدم فقال: «قومه وأد زكاته»

مصنف عبد الرزاق الصنعاني - (٤ / ٩٦)

عن حماس قال: مر علي عمر، فقال: «أد زكاة مالك» قال: فقلت: ما لي مال أزكيه إلا في الخفاف، والأدم قال: «قومه، وأد زكاته»

بہر حال زکوٰۃ کے مسئلہ میں اگرچہ ظاہر الروایۃ کو چھوڑ کر نوادر کی روایت پر احتیاطاً فتویٰ دیا جاتا ہے، لیکن قربانی کے مسئلے میں اس پر فتویٰ دینا دو وجوہ سے قابلِ غور ہے: (۱) فی زماننا اس میں شدید حرج ہے۔ (۲) زکوٰۃ کے مسئلے میں نوادر کی روایت پر فتویٰ دینے کی وجہ یہ تھی کہ زکوٰۃ کا مقصد ہی فقیر کی حاجت پوری کرنا ہے، اور چاندی کے نصاب پر زکوٰۃ لازم کرنا "انفع للفقراء" ہے۔ تاہم قربانی کا مقصد فقراء کی حاجت برآری نہیں ہے، اسلئے یہاں ظاہر الروایۃ کو چھوڑ کر نوادر کی "انفع للفقراء" والی روایت پر فتویٰ دینے کی کوئی درست توجیہ نظر نہیں آتی (بلکہ یہاں "انفع للفقراء" یہی معلوم ہوتا ہے کہ فقراء پر قربانی لازم نہ کی جائے) لہٰذا قربانی کے مسئلے میں اس مسئلے کی نوادر الروایۃ کے بجائے ظاہر الروایۃ پر ہی فتویٰ دیتے ہوئے یہ کہنا چاہئے کہ اگر کسی شخص کے پاس سونا یا چاندی کا مکمل نصاب نہ ہو، بلکہ کرنسی اور مال تجارت وغیرہ ہو تو مالک کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنی کرنسی اور سامان کی قیمت چاندی کے بجائے سونے سے لگائے اور اگر اسکے پاس سونے کے نصاب کے برابر یہ اشیاء نہ ہوں تو چاندی کے نصاب کا اعتبار کرتے ہوئے اس پر قربانی کرنا لازم نہیں ہوگی۔ البتہ اگر وہ چاندی کے نصاب کا اعتبار کرتے ہوئے قربانی کرلے تو یہ زیادہ بہتر اور احتیاط کے زیادہ قریب ہے۔

دار الافتاء

واللہ تعالیٰ اعلم

محمد طلحہ ہاشم

محمد طلحہ ہاشم عفی عنہ

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۱۶ / ذیقعدہ / ۱۴۳۷ھ

۲۱ / اگست / ۲۰۱۶ء

ماشاء اللہ یہ تحریر اطمینان بخش معلوم ہوتی ہے، لیکن اسکے مطابق فتویٰ دینے کے لیے مناسب ہے کہ دوسرے اہل افتاء کی موافقت بھی حاصل کی جائے۔

۱۷-۱۱-۳۷ھ

مفتی

احقر بھی اس جواب کی تصدیق کرتا ہے اور حضرت [illegible] کی رائے گرامی کے مطابق یہ جواب بغرض تصویب دیگر علماء کرام کی خدمت میں بھی ارسال کر دیا جا[illegible]

احقر [illegible]

۱۹

دیگر اہل فتویٰ حضرات کے اتفاق سے بطور فتویٰ جاری کرنے میں امت کی آسانی ہے [illegible]

۲۰/۱۱/۱۴۳۷ھ

احقر شاہ محمد تفضل علی

۱۹/۱۱/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح

۱۹/۱۱/۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح

محمد یعقوب [illegible]

۱۹-۱۱-۱۴۳۷ھ

الجواب صحیح

[illegible] ۱۹/۱۱/۱۴۳۷ھ

مفتی